جین مت (جین ازم)

سید عبدالقدوس ہاشمی

جین مت بدھ مت کی طرح ہندوستان کے برہمنی مذہب کی ایک ترمیمی یا اصلاحی صورت ہے۔ ہندوستان میں جینیوں کی تعداد تقریباً پانچ کروڑ ہے۔ یہاں ان کے چھوٹے بڑے تقریباً چار ہزار مندر ہیں جن میں سب سے بڑا کوہ آبو کا مندر ہے جو ہندوستان کے سات عجائبات میں شمار ہوتا ہے اور رعنائی تعمیر کے اعتبار سے واقعی ایک بہت ہی شاندار تعمیر ہے۔ دوسرا شاندار مندر شہر بہار کے قریب ہے، تیسرا شاندار مندر سیٹھ بلدیو داس برلا نے تقریباً پچاس سال پہلے اجمیر میں تعمیر کرایا ہے۔

جین مت کے لوگ زیادہ تر صوبۂ راجپوتانہ اور مارواڑ میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن ہندوستان کے دوسرے بڑے شہروں مثلاً بمبئی، کلکتہ، احمد آباد اور جے پور وغیرہ میں بھی ان کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے۔ یہ لوگ اپنے فرقہ کو ہندو جاتی ہی میں شمار کرتے ہیں، مراسم اور طرز زندگی میں عام ہندوؤں سے مختلف نہیں ہوتے لیکن ان کے مندر الگ اور ان کے پروہت الگ ہوتے ہیں، ہندو تہواروں میں سے صرف دو تہوار مناتے ہیں، ایک دیپاولی اور دوسرا لکشمی پوجا لیکن لکشمی پوجا میں لکشمی دیوی کا بت نہیں پوجتے بلکہ سونا چاندی سامنے رکھ کر پوجتے ہیں اور حساب کی کتابوں کے سامنے مراسم عبودیت ادا کرتے ہیں۔ عام ہندوؤں سے ان کا میل جول ہے لیکن شادی بیاہ نہیں ہے،

ان کے یہاں ہندوؤں کی طرح چار ورن نہیں ہوتے، یہ سب کے سب ہندو ورنوں میں سے ویش یا کاروباری بنیے ہوتے ہیں ہندوستان کی مجموعی دولت میں سے تقریباً ۵۰ فیصد دولت ان ہی کے ہاتھوں میں ہے۔ ان میں بڑے بڑے تعلیم یافتہ لوگ ہوتے ہیں۔ سرکاری نوکری بہت کم کرتے ہیں خصوصاً فوجی ملازمت کو حرام سمجھتے ہیں۔ مشاہیر ہند میں سے مہاتما موہن لال کرم چند گاندھی، جمنا لال بزاز رام کرشن دال میاں، سیٹھ گھنشام داس برلا اور سر چمن لال سیتلواد وغیرہ سب جینی ہی تھے۔ ہندوستان کے برہمن اور راجپوت ان کو کمتر درجہ کے لوگ سمجھتے ہیں اور یہ لوگ برہمنوں کو بھی ناپاک شمار کرتے ہیں۔

ہندوستان میں ترک دنیا کر کے پہاڑوں اور جنگلوں میں زندگی گزارنے والے سادھو اور خصوصاً دگمبر ناگا جینی ہوتے ہیں، ہر بارہ سال کے بعد ایک بڑا میلہ شہر الہ آباد سے چھ میل کے فاصلہ پر گنگا اور جمنا کے سنگھم پر پریاگ میں ہوتا ہے جو کمبھ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میلے میں بہ کثرت ناگے آکر شریک ہوتے ہیں لیکن ہر سال سونپور (بہار) میں ہونے والے ہندوستان کے سب سے بڑے اشنان میلے ہر ہر چھتر میں نہیں شریک ہوتے۔ البتہ تجارت کی غرض سے بہ کثرت دوکانیں لگاتے ہیں اور اپنے کھانے پینے کے لئے الگ دوکانیں قائم کرتے ہیں۔ برہمن کے ہاتھ کا پکایا ہوا نہیں کھاتے۔

گھور تپسیا

جینی گھور تپسیا اور جیو رکھشا (یعنی شدید تعذیب نفس اور تحفظ جانوراں) کو اصل عبادت کہتے ہیں۔ حتیٰ کہ بغیر چھانے پانی بھی نہیں پیتے کہ اس طرح کسی کیڑے کی موت کا خطرہ ہے۔ غروب آفتاب کے بعد کچھ نہیں کھاتے۔ چیونٹوں کو شکر دینا بڑی عبادت سمجھتے ہیں۔ بہ کثرت خیراتی ادارے ودھوا آشرم، گئوشالہ، مسافر خانے اور ہسپتال بناتے ہیں

پن شالے قائم کرتے ہیں اور ہر خیراتی کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ ان کی غذا میں گوشت یا مچھلی نہیں ہوتی وہ ہر طرح کے گوشت کو حرام مطلق سمجھتے ہیں اور کسی جانور کو کسی طرح دکھ دینا سب سے بڑا پاپ شمار کرتے ہیں۔

ہندوستان سے باہر دوسرے ملکوں میں بھی تھوڑے سے جینی موجود ہیں مثلاً نیروبی میں، عدن میں، سنگاپور میں، اور جنوبی افریقہ میں کچھ جینی ہیں اور بڑے دولت مند ہیں لیکن یہ سب ہندوستان سے مختلف اوقات میں جاکر بسے ہیں اور پھر ان کی اولاد سے وہاں ان کی اچھی تعداد ہوگئی ہے جینیوں میں کسی کے شامل ہونے کی اجازت تو ہے مگر تبلیغی حرکت بالکل نہیں ہے۔ ان کا پروہتی نظام بھی برہمنی نظام سے بالکل مختلف ہے۔ ان میں عموماً شادی اور غمی کے مراسم پروہت ہی ادا کرتے ہیں مگر یہ پروہت برہمنوں کی طرح کے نسلی پروہت ہی نہیں ہوتے نہ ان میں بدھوں کی طرح سنگھ کا طریقہ رائج ہے اور نہ کبھی کسی عورت کو پروہت کا مرتبہ ملتا ہے۔ یہ لوگ ویدوں، برہمناؤں، اپنشدوں اور پرانوں میں سے کسی کو مقدس نہیں مانتے ہیں، نہ سنسکرت زبان کو ان کے نزدیک تقدس کا کوئی مقام حاصل ہے۔ اگرچہ سنسکرت زبان میں بعض موخر زمانوں کی تحریریں ان کے پاس ہیں۔

شادی کے موقع پر کنیادان یعنی دوشیزہ کو بطور صدقہ دینے کی رسم ادا کی جاتی ہے اور گیٹھ بندھن ہو جاتا ہے، نہ بیاہ چوک بنتا ہے اور نہ برہمنی ہندوؤں کی طرح سات دریاؤں کی شہادت کے سات پھیرے دیئے جاتے ہیں۔ شادی کے موقع پر برات کا جلوس بڑی شان و شکوہ سے نکلتے ہیں۔ اس جلوس میں ایک مغل کا ساتھ ہونا ضروری سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی آدمی نہیں ملتا تو ایک نقلی مغل بناتے ہیں، چھوٹی سی چھڑی کو کپڑے ڈال کر مغل قرار دیتے ہیں براتیوں کی حسب حیثیت دعوت ہوتی ہے جس میں لازمی طور پر شکرانہ اور سنانا ضرور ہوتا ہے۔ کھانا دن ہی

کو بھوج پتر میں کھلایا جاتا ہے اور دولہن رخصت ہو جاتی ہے۔

موت کے موقع پر چند اشلوک عموماً پالی میں اور کبھی کبھی سنسکرت میں ان کے پروہت پڑھتے ہیں اور چتا بنا کر بستی سے باہر میت کو لے جاکر جلا دیا جاتا ہے۔ یہ لوگ لنگایتوں کیطرح مُردہ کو دفن نہیں کرتے ہیں اور نہ برہمنوں کی طرح آتم رام ڈھونڈیا کی تیسرے دن کوئی رسم ادا کرتے ہیں۔ یہ لوگ پنڈدان اور کفارہ کے قایل بھی نہیں ہیں، لیکن ایصال ثواب کے قائل ہیں۔ بہ کثرت خیرات کرتے ہیں۔ اس میں سے ہندو برہمن، کنٹھالا، یا بھومی ہار برہمن کو کچھ نہیں دیتے۔

عقاید

جینی بعد مرگ بقائے روح کے قائل ہیں، ان کے عقیدہ میں روح میں اعمال سے وزن پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ جنت اور دوزخ کے بھی قائل ہیں۔ ان کے عقیدہ میں دوزخ زمین کے نیچے اوپرتلے سات ہیں اور جنت آسمان پر اوپر نیچے ۲۶ ہیں۔ جو روح گناہوں سے جس قدر بوجھل ہوتی ہے اسی قدر نیچے کی دوزخ میں جا گرتی ہے اور عذاب وظلمت میں گرفتار ہوتی ہے اور جو جتنی ہلکی ہوتی ہے آسمان پر جنت کے اعلیٰ درجہ میں جا پہنچتی ہے۔

جین مت حقیقتہً برہمنی مذہب کی مرمّہ صورت ہے۔ اس لئے ان کے عقیدہ میں آواگون (تناسخ) اور سمسار اور کرم کا عقیدہ بھی موجود ہے۔ اور حیرت ہے کہ دوزخ وجنت کے وجود کو تسلیم کر لینے کے بعد تناسخ ارواح اور کرم وسمسار کے عقاید کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔ اور کرم سے دوسرا اور تیسرا جنم جب ہو چکا تو پھر دوزخ اور جنت کی ضرورت ہی کیا رہ گئی۔

جینی عقیدہ کے بموجب بھی آواگون کے چکر سے نجات کی ایک ہی ترکیب ہے، گھور تپسیا اور ترک تمنا وعلاقات دنیاوی۔ اس لئے جینی عقیدہ میں نہ کوئی عبادت ہے اور نہ کسی قسم کی دعا، لیکن وہ ہستی مطلق کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں جس کی مہتا (حمد) کو بھجن کہتے ہیں۔ اس ہستی مطلق

کو وہ رام کہتے ہیں لیکن یہ ہندؤں کے شری رام جی۔ راجہ دسترتھ کے فرزند اور ستیا کے نامدار شوہر نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ایک حی و قیوم ہستی مطلق ہے جس کی ذات سے درختوں کی پتیوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر ساری کائنات پیدا ہوئی ہے لیکن اس طرح پیدا ہوئی ہے کہ خلق کائنات میں اس کے ارادہ یا عمل کو کسی طرح کا دخل نہیں ہے۔ ان کے عقیدہ میں وہ ہستی نراکار اور نراگنُ (یعنی بے شکل و بے عمل) ہے۔ وہ کبھی کچھ نہیں کرتا بلکہ یہ سب کچھ خود بخود ہوتا رہتا ہے۔

جینی عقیدہ کے مطابق پانچ چیزیں قدیم ہیں، ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔

اول ——— رام

دوم ——— روح

سوم ——— مادہ

چہارم ——— توانائی

پنجم ——— حرکت

جینی عقیدہ میں نہ کوئی ایشور ہے اور نہ اس کا کوئی اوتار (بروز)۔ انسان کو نجات حاصل کرنے کی قوت خود اسی کی ذات میں موجود ہے۔ خارج سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہو سکتا ہے۔

جینی عقیدہ میں کوئی دیوی دیوتا نہیں ہے۔ بانی مذہب شری وردھمان مہابیر جی کی وفات کے بعد سو سال کے اندر ہی بہت سی مورتیاں ان کی مختلف حالتوں کی بن گئی تھیں اور ان کی پرستش ہوتی تھی لیکن پندرھویں صدی عیسوی میں ایک بہت شدید تحریک جینیوں میں مورتی پوجا کے خلاف چلی اور ہر جگہ سے مورتیاں ہٹا دی گئیں۔ کہیں کہیں ایسی پرانی مورتیاں اب بھی موجود ہیں لیکن اب جینی نہ ان کی تعظیم کرتے ہیں اور نہ پرستش و تعبد کی کوئی رسم اُن

کے سامنے ادا ہوتی ہے بلکہ مندر کے باہر سائباں میں رکھی ہوئی ہوتی ہیں۔

کتابیں

جینی کسی کتاب کے مقدس ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتے اور نہ مہابیر جی کے اقوال میں وحی و الہام یا القا و کشف کی طرف کوئی اشارہ پایا جاتا ہے۔ موریا بنسی راجاؤں نے جب جین مت اختیار کیا تو ایک چھوٹی سی کتاب میں مہابیر جی کی تعلیمات کو جمع کر دیا گیا۔ یہ کتاب اولاً کس زبان میں لکھی گئی تھی، کوئی تاریخی ثبوت اس کا نہیں ملتا ہے۔ اس کتاب کا نام اُوگما ہے، اس لفظ کے معنی قدیم مگدھی زبان میں سامنے یا روبرو کے ہوتے ہیں۔ کبھی یہ لفظ انجولی کے ساتھ ملا کر دونوں ہاتھوں کے مشترک چلو کیلئے بھی بولا جاتا تھا۔ مجھے پالی زبان میں اس لفظ کا استعمال کہیں نہ مل سکا۔ اس کے قدیم نسخے بھوج پتر پر لکھے ہوئے ہندی حروف اور پالی زبان میں ملتے ہیں۔ لیکن کوئی نسخہ دسویں صدی عیسوی سے پہلے کا لکھا ہوا باوجود تلاش بسیار مجھے مل نہ سکا۔ جینیوں کے یہاں بُدھوں کی طرح وِہاراؤں اور خانقاہوں کا کوئی رواج نہیں ہے اور شاید کبھی نہ تھا، اس لئے ان کے متعلق تحریری سرمایہ تقریباً مفقود ہے۔ پٹنہ میں سیٹھ جیسوال کے پاس ایک نسخہ بھوج پتر پر لکھا ہوا دیکھا تھا۔ سیٹھ صاحب بیان کرتے تھے کہ یہ دسویں صدی بکرمی کے اواخر کا لکھا گیا ہے، لیکن مجھے یہ نسخہ آخر سے ناقص نظر آیا۔ کتابت کا سن کہیں نہ تھا۔ قدامت کا اندازہ میں بارہویں یا تیرہویں صدی عیسوی سے زیادہ نہ کر سکا۔ کلکتہ کے مارواڑیوں میں بیسویں صدی عیسوی کے لیتھو پر چھپے ہوئے نسخے دیکھے۔ یہ ایک چھوٹی سی کتاب ہے حروف اس کے ناگری تھے۔ اس میں شری مہابیر جی کے فرمودات بغیر کسی ترتیب کے درج تھے، ہر مقولہ یا نصیحت کے ساتھ اس کا محل و موقع بھی درج نہ تھا۔

عام طور پر جینی ادگا میں درج شدہ اقوال کی نسبت بانیؑ مذہب کی طرف صحیح ملنتے

لیکن اسے ہندوؤں کے وید و پران کی طرح مقدس نوشتہ یا مصحف مشتمل بر الہامات نہیں مانتے۔ اور نہ عملاً اس کی تعظیم و تقدیس کرتے ہیں۔

مہاتما گاندھی

مہاتما گاندھی خود اور ان کا خانوادہ جین اور نسلاً گجرات کا تیلی گھرانا تھا۔ مہاتما خود بیرسٹر تھے اور بہت تعلیم یافتہ بزرگ تھے۔ اور لیڈر کی حیثیت سے تو ان کا یہ مقام تھا کہ پچھلے ڈیڑھ ہزار سال میں کوئی ان سے بڑا لیڈر ہندوؤں میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ وہ خوب سمجھتے تھے کہ ہندوؤں میں خالص سیاسی لیڈر کو کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی، کامیابی کے لئے مذہبی داعیات سے کام لینا ہی پڑے گا۔ اس طرح انہوں نے اپنے دوست اور زمانہ مابعد میں سمدھی راجہ گوپال آچاریہ کے مشورہ سے جین مت میں دو امور کو داخل کر کے سارے ہندوؤں کی عقیدت اپنے ساتھ وابستہ کر لی۔ اور ۱۹۲۰ء میں جب مرہٹہ بزرگ مہاتما تلک لوکمانیہ کا انتقال ہو گیا تو مسٹر موہن لال کرم چند مہاتما گاندھی کہلانے لگے، وہ اپنے دھرم جین مت سے بڑی سختی سے وابستہ رہ کر بھی سارے ہندوؤں کے مذہبی لیڈر بن گئے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے دو تدبیریں اختیار کیں۔

(اول) گائے کا تقدس اور گئو رکھشا کی تحریک، حالانکہ جینیوں کے عقیدہ جیو رکھشا میں گائے کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ ایک مکھی کو مارنا اور ایک گائے کو مارنا برابر درجہ کا گناہ عظیم ہے۔ اس میں نہ گائے کے تقدس کا کوئی تصور ہے اور نہ سارے جانوروں میں گائے کو کوئی خصوصی مقام حاصل ہے۔ لیکن مہاتما گاندھی یہ خوب سمجھتے تھے کہ جینی تو بہرحال اس کو قبول کر ہی لیں گے، عام ہندو بھی اپنی دیو مالا میں گائے کے تقدس کے خیال سے ان کے اس فعل کی وجہ سے ان سے قریب تر ہو جائیں گے۔ اور اس میں مہاتما گاندھی

کو بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔

(دوم) والمیکی کی لکھی ہوئی کتاب قصۂ مہا بھارت کے دسویں باب یعنی بھگوت گیتا کو انہوں نے پڑھنا پڑھانا عبادت قرار دے کر اپنے آپ کو مقدس بزرگ اور داعی بنا لیا۔ اس لئے کہ بھگوت گیتا میں شری کرشن جی اوتار پرش کے اقوال ہیں۔ اس پر کچھ دنوں کے بعد پراوتھنا کا اضافہ فرمایا، وہ ہر روز پابندی کے ساتھ یہ پرارتھنا کرتے تھے یہ پرارتھنا انہوں نے جگت گرو کی دعائیہ نظم سے منتخب کیا تھا۔ لیکن مہاتما جی کو اس مہم میں کوئی قابل فخر کامیابی نہیں ہوئی جینیوں کی اتنی بڑی آبادی میں سے لاکھ دو لاکھ جینی بھی ایسے نہ مل سکے جو بھگوت گیتا کو کتاب مقدس سمجھ لیتے اور پرارتھنا میں تو بہت ہی کم لوگ شریک ہوتے تھے، اتفاق ہے کہ جنوری ۱۹۴۸ء میں ایک کٹر سناتنی نے دہلی میں بہ دوران پرارتھنا ہی انہیں قتل کر دیا۔ مہاتما گاندھی سے پرارتھنا کے انتخاب میں غلطی ہوئی۔ ان کی پرارتھنا سے ہندوؤں کے ان گنت فرقوں میں سے کسی کو وابستگی نہ تھی، اس مقصد کے لئے ان کو وید مقدس رگ وید میں سے ابتدائی دو تین اشلوکوں کا انتخاب کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن بہرحال وہ جینی تھے وید سے انتخاب پر ان کا دل شاید راضی نہ ہو سکا ہوگا۔ الغرض یہ کہ جینیوں کے نزدیک کوئی کتاب مقدس نہیں ہے حتیٰ کہ خود مہابیر جی کا مجموعۂ اقوال اوگا بھی نہیں،

تاریخ

شری مہابیر جی کی وفات کے بعد اس مذہب میں بہت سے اضافے ہوئے ہیں سب سے اہم اضافہ چوبیس مفکروں کے عقیدہ کا ہے۔ جینی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کا دھرم بہت قدیم ہے، اب تک ۲۳ مفکر پیدا ہو چکے ہیں، خود مہابیر جی تیئسویں (۲۳) مفکر تھے، اب ایک چوبیسواں مفکر بھی آئے گا۔ وہ فنائے عالم کے منکر ہیں اس لئے وہ نہیں کہتے کہ اس کے

بعد دنیا ختم ہو جائے اور قیامت آجائے گی۔ چوبیسویں مفکر کے بعد پھر کیا ہوگا۔ ہم نہیں جانتے اور نہ جان سکتے ہیں وہ مہا بیر اول (یا مفکر اول) کے بعد سے مفکر دوم کے پیدا ہونے تک کی درمیانی مدت کو ایک ایسے عجیب و غریب مبالغہ کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ بات انسانی فہم و ادراک سے ماوراء ہو جاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک میل طویل اور ایک میل عریض ایک کنوئیں کو اگر کوئی طائر اس طرح بھرے کہ ہر ایک ہزار سال کے بعد وہ پر کا ایک ریشہ اس میں ڈالے تو جتنی مدت کے بعد وہ کنواں بھر جائے گا اتنی ہی مدت ہر ایک مفکر کے بعد سے دوسرے مفکر عالم کے آنے کی ہوتی ہے۔

اسی عقیدہ کے ماتحت مہا بیر جی کے فرضی بت کے ساتھ زمانہ مابعد میں ۲۲ بتوں کا اضافہ ہوا تھا، اور پندرہویں صدی عیسوی تک ان کی پوجا ہوتی تھی، پھر اصلاحی تحریک "مورتی کھنڈن" سے مہا بیر جی اور دوسرے سارے بتوں کو جین مندروں سے خارج کر دیا گیا اور اب کسی بت کی پوجا نہیں ہوتی۔

عام رہن سہن میں جینیوں اور ہندوؤں کے مابین امتیاز مشکل ہے۔ ملنے جلنے اور بار بار سوالات کے بعد ہی یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ شخص جینی ہے۔ یا پھر طالب علم اس مطالعہ کے لئے ہندوؤں کے بعض مقدس مقامات مثلاً ہردوار، کاشی، ڈرونا چلم، لنگم مندر، اور متھرا وغیرہ جا کر مطالعہ کرے ان مقامات کی یاترا ہندو کرتے ہیں مگر جینی نہیں کرتے لیکن پریاگ کی یاترا میں دونوں فرقے دکھائی دیتے ہیں۔

حالات زندگی

مہاتما بدھ اور مہا بیر جین کے حالات زندگی میں ایسی مشابہت ہے کہ ابھی پچاس ساٹھ سال پہلے تک یورپ کے محققین ان دونوں بزرگوں کو ایک ہی شخصیت سمجھتے تھے، لیکن جب بہار

کے آثار قدیمہ برآمد ہوئے تو یہ تسلیم کر لیا گیا یہ دونوں الگ الگ دو مصلحین تھے۔

مہابیر جی کا اصل نام وردھمان تھا۔ مہابیر کے معنی ہیں بڑا بہادر، اور جین کے معنی ہیں فاتح و کامران، یہ دونوں الفاظ القاب ہیں۔ مہابیر کا لقب اس طرح ملا کہ بچپن میں شری وردھمان جی بچوں کے ساتھ شاہی باغ میں کھیل رہے تھے۔ ایک ہاتھی مست ہو کر وہاں آنکلا ہاتھی بری طرح چنگھاڑ رہا تھا۔ سب بچے تو بھاگ گئے لیکن وردھمان جی مقابلہ پر ڈٹ گئے ہاتھی نے جب ان پر حملہ کیا تو وہ ہاتھی کا سونڈہ پکڑ کر اس کے سر پہ جا بیٹھے۔ اور اسے لاکر فیل خانہ میں پہنچا دیا۔ اس وقت مہاراجہ نے اپنے راجکمار کو مہابیر کا لقب دیا۔

جین کا لقب انہیں اس وقت ملا جب وہ اپنی ساری خواہشوں پر فتح پاکر، گھر بار اور راج محل کو چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں رہنے لگے۔

مہابیر کی ولادت اور ان کے ذہنی انقلاب کا وقت متعین کرنا بڑا مشکل کام ہے، روایتوں میں شدید اختلافات اور ایسے مبالغے ہیں کہ طالب علم کی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ بُدھی روایتوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مہاتما بدھ سے مہابیر جی دس گیارہ سال پہلے پیدا ہوئے تھے، اور تقریباً نو دس سال پہلے وفات پا گئے۔ ان روایتوں کی مدد سے مہابیر جی کی زندگی کے قیاسی سنین یہ بنتے ہیں، اور یہی عہد حاضر کے اہل تحقیق کے نزدیک تسلیم کر لئے گئے ہیں۔

ولادت	تقریباً	سنہ ۵۷۱ ق م
شادی	//	سنہ ۵۵۲ ق م بعمر ۱۹ سال
ترک دنیا	//	سنہ ۵۴۰ ق م
ابتدائے تبلیغ	//	سنہ ۵۲۵ ق م
وفات	//	سنہ ۴۹۷ ق م

مقام ولادت :- ریاست مگدھ کے صدر مقام راجگیر کے راج محل میں تقریباً وہاں جہاں آج کل گریک نام کا ایک گاؤں آباد ہے۔

وفات :- کوہ آبو (گجرات) کے دامن میں۔ یا بہار کے ہزاری باغ جنگل میں۔

مہابیر جی کے والد راجہ مگدھ کا نام نہیں ملتا اور جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ کسی طرح قرین قیاس بھی ثابت نہیں ہوتا۔ یہی حال آپ کی والدہ کے نام کا ہے۔ بعضوں نے مہاراجہ مگدھ کی بہت سی پٹ رانیوں میں سے لاجونتی نام کی ایک خاتون کو ان کی والدہ قرار دیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ کسی روایت سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی کہ اس وقت کے راج محل میں کوئی لاجونتی نام کی خاتون تھیں۔

سوانح عمری

مہابیر جی کی مختصر سوانح عمری یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ مہاراجہ مگدھ کے دوسرے فرزند یعنی منجھلے راجکمار تھے، ان کی پرورش راج محل میں ہوئی، انہوں نے اس وقت کے مروجہ علوم بہ شمول وید و زبان سنسکرت حاصل کئے، یہ بڑے حساس اور ذہین آدمی تھے۔ جب انیس سال کے ہوئے تو ان کی شادی بڑے دھوم دھام سے ایک قریبی زمیندار کی صاحبزادی سے ہو گئی ان کی اہلیہ کا نام بھی نہیں ملتا اور نہ یہ قصہ ملتا ہے کہ ان کے گھر کوئی اولاد ہوئی۔ بارہ سال تک یہ شہزادوں کی طرح آرام و آسائش اور چین کی زندگی بسر کرتے رہے۔ جب اکتیس سال کے ہوئے تو ان کی والدہ اور والد دونوں تعذیب نفس کرتے ہوئے وفات پا گئے۔ اس حادثہ سے ان کے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ دنیا سے دل اچاٹ ہو گیا اور یہ راج محل کو چھوڑ کر جنگل کو چلے گئے۔ تقریباً ۱۵ سال تک پہاڑوں اور جنگلوں میں زندگی بسر کرنے کے بعد انہوں نے اپنے مسلک کی تبلیغ شروع کی۔ پہلے چند شاگرد بنائے اور انہیں لے کر دور افتادہ پہاڑوں

میں ریاضت کرتے رہے، اس کے بعد ان کے شاگردوں کی تعداد روز بروز بڑھتی رہی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسی دوروں میں وہ ایک کوہ آبو کے دامن میں جا پہنچے اور وہیں ۷۲ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا، ان کی قبر یا سمادھ کا کہیں پتہ نہیں۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ان کا انتقال بہار ہی کی کسی پہاڑی پر یا ہزاری باغ کے جنگل میں ہوا۔

مہابیر جی کی وفات تقریباً ۵۲۷ ق م میں ہوئی۔ اس وقت مہاتما بدھ زندہ تھے اور آئندہ ۹ سال تک زندہ رہے۔ مہابیر جین کی وفات کے بعد ان کے شاگردوں میں کوئی قابل ذکر اختلاف پیدا نہیں ہوا۔ اور اگر پیدا ہوا تو اس کی کوئی کہانی ہم تک نہیں پہنچی۔ البتہ یہ ہوا کہ ان کی وفات کے بعد کئی سو سال تک نہ ان کا کوئی مندر بنا اور نہ کوئی استھان قائم ہوا۔ وجہ ظاہر ہے کہ جب کوئی عبادت ہی نہیں تو عبادت خانہ کس لئے بنتا۔ موریا گپت کے بعد عبادت خانہ یا مندر بنے۔ پہلے مہابیر جی اور ان کے ساتھ ۲۲ مفکرین کے بت مندروں میں رکھے گئے۔ لیکن یہ محض یادگار تھے۔ نہ ان کی تعظیم ہوتی تھی اور نہ پوجا۔ آہستہ آہستہ پہلے تعظیم شروع ہوئی۔ پھر باقاعدہ پوجا شروع ہو گئی۔ پھر جب مورتی کھنڈن کی تحریک شروع ہوئی تو چند سال کے اندر ہی ساری مورتیاں مندروں سے نکال دی گئیں۔

جینی صحرا نشینوں میں صرف ایک اختلاف لباس کا پایا جاتا ہے۔ کچھ لوگ سفید کپڑے پہنتے ہیں، وہ بھی بن سلے، یہ لوگ سوتیامبر کہلاتے ہیں، اور کچھ لوگ بالکل ننگے رہتے ہیں یہ لوگ دگمبر کہلاتے ہیں۔ ان کے عقیدہ میں کپڑے پہننا دنیاداری اور محض حُب زینت ہے اس سے پرہیز کرنا لازمی ہے۔ ہندوستان میں انہیں ناگا سادھو جی کہتے ہیں۔

تعلیمات

شری مہابیر جی کی تعلیمات کو آسان الفاظ اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ انسانی زندگی پرانز آلام ہے۔

۲۔ آلام کا سرچشمہ انسان کی اپنی خواہشات ہیں۔

۳۔ خواہشات لامحدود ہیں۔

۴۔ جب انسان کی کوئی خواہش پوری نہیں ہوتی تو اس کو غم والم سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

۵۔ اس لئے انسان خوشی سے صرف اسی صورت میں ہمکنار ہو سکتا ہے جب کہ ہر قسم کی چھوٹی بڑی خواہش کو اپنے دل سے نکال پھینکے اور گھور تپسیا یعنی شدید تعذیب نفس کا طریقہ اختیار کرے، حتی کہ اسی حالت میں جان دے دے یہی نروان ہے، اور یہی کامرانی ہے۔ پھر اسے نہ تو کرم کے چکر میں آکر سمسار یعنی بطور سزا دوبارہ دنیا میں آنا پڑے گا اور نہ دکھ اٹھانا پڑے گا

یہ پانچ اصول ہیں سلبی، ان کے بعد آدمی کو پانچ ایجابی عمل بھی کرنا ضروری ہے۔

۱۔ اول کسی جاندار کو زبان سے یا ہاتھ سے یا کسی طرح کوئی دکھ نہ دے بلکہ ان کا تحفظ کرے۔

۲۔ دوم چوری نہ کرے۔

۳۔ سوم کبھی جھوٹ نہ بولے۔

۴۔ چہارم لذت کے حصول سے دور رہے۔ خصوصاً جنسی التذاذ اور نشہ آور اشیاء کے استعمال سے۔

۵۔ پنجم کبھی کسی قسم کی تمنا یا لالچ دل میں آنے نہ دے

مہابیر جی نے گناہ سے توبہ یا کفارہ کی کوئی صورت نہیں بتائی۔ اسی طرح امید کی کوئی کرن شری مہابیر وردھمان جین کی تعلیمات میں نہیں ہے۔ معمولی انسان بھی ان کی تعلیمات پر غور کر کے بہ آسانی سمجھ سکتا ہے کہ یہ ساری باتیں خوش گوار نغموں سے زیادہ کوئی اور حیثیت نہیں رکھتیں، نہ کبھی ان پر پوری طرح عمل ہو سکا اور نہ ہو سکتا

ہے۔ اور اگر آبادی کا دس فیصد حصہ بھی ان پر عمل پیرا ہو جائے تو دنیا کا سارا کارخانہ یکلخت بند ہو جائے گا۔ نہ کوئی ہل چلائے گا کہ اس سے کیڑے مکوڑوں کی موت کا خطرہ یقینی ہے، نہ کوئی کارخانہ چل سکے گا کہ اس سے بھی چھوٹے بڑے سینکڑوں قسم کے جانور مر جاتے ہیں۔ نہ کوئی تعلیم حاصل کرے گا کہ یہ بھی ایک بُری تمنا کے ماتحت ہوتا ہے۔ نہ کہیں بچے پیدا ہوں گے اس لئے کہ یہ جنسی التذاذ اور تمام تر نتائج تمنا ہوتے ہیں، نہ کوئی کوزہ گر یا کسی قسم کا صنعت کار کچھ کرے گا کہ یہ ساری صنعتیں دنیا داری کے جذبات کی پیداوار ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آج سود خواری، نفع اندوزی اور استحصال ناجائز میں یہودیوں سے بھی جینی دو چار قدم آگے ہی ہیں ہندو سود خواروں میں سب سے بڑی تعداد جینیوں ہی کی ہے۔ اسی طرح زر اندوزی میں یہودی بھی ان سے مات کھا جاتے ہیں۔ میری آنکھوں نے یہ مناظر دیکھے ہیں کہ ۱۹۴۵ء میں جب کلکتہ میں قحط پڑا اور لاکھوں آدمی مغربی بنگال میں فاقوں سے مر گئے تو جینی سیٹھ صاحبان صبح کو پارک سرکس جا کر چیونٹیوں کو شکر ڈال آتے تھے لیکن اپنے گودام میں پڑے ہوئے چاولوں کے بیس ہزار تھیلوں میں ایک سیر چاول پانچ روپے میں بھی کسی ضرورت مند کو دینے کے لئے تیار نہ ہوتے تھے اور وہ فاقہ کش نائی ٹولہ کے نالے میں فاقوں سے نڈھال ہو کر گرتا اور مر جاتا تھا۔ عقیدہ اور عمل کا یہ تضاد شاید ان ہی خوش آئند مگر ناممکن العمل نصائح کا نتیجہ تھا۔ یہ غیر متوازن اور متضاد تعلیمات سننے میں جتنی اچھی ہیں۔ عمل میں اتنی اچھی نہیں ہو سکتی ہیں۔